ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

دورِ حاضر میں استحسان کی ضرورت واہمیت

THE NEED AND IMPORTANCE OF APPROBATION IN MODERN TIMES

Muhammad Muhibullah
Lecturer College of Shariah & Islamic Sciences
Minhaj University Lahore
muhibullahazhar@gmail.com
Dr Shabir Ahmad Jamee
HOD School of Islamic Study And Shariah Minhaj University Lahore
hodislamicstudies.cosis@mul.edu.pk
Muhammad Abu Bakar
Lecturer Minhaj College For Women
Minhaj University Lahore
faizi9423@gmail.com

Abstract:
In this article, it will be reviewed that what are the sources of Islamic law according to the jurists? What is the meaning of "Istihsaan" (approbation) in Islamic law? Where is the origin and basis of Istihsaan? What is the status of Istihsaan in the sources of Islamic Jurisprudence? In the history of Islam, what has been the authority, necessity and importance of Istihsaan? What are the examples and analogues of Istihsaan in the books of jurisprudence? Also, what is the need and importance of Istihsaan in present era?

Keywords: Approbation, Modern Times, Islamic Law, Istihsaan

تعارف

اس آرٹیکل میں اس بات کا جائزہ لیا جائے گا کہ فقہاء کے ہاں اسلامی قانون کے ماخذ کون کون سے ہیں؟ استحسان کا مفہوم کیا ہے؟ استحسان کی اصل اور بنیاد کہاں سے ثابت ہے؟ فقہ اسلامی کے مآخذ میں استحسان کا درجہ کیا ہے؟ تاریخِ اسلام میں استحسان کی حجیت اور ضرورت واہمیت کیا رہی ہے؟ کتبِ فقہ میں استحسان کی مثالیں اور نظائر کیا ہیں؟ نیز دورِ حاضر میں استحسان کی ضرورت واہمیت کیا ہے؟

تمہید

قانون کے مآخذ کی دو قسمیں ہیں؛ ماخذِ صوری اور ماخذِ مادی۔ ماخذِ صوری قانون کا وہ ماخذ ہے جس کے ذریعے وہ اپنا جواز اور اثر حاصل کرتا ہے جبکہ ماخذِ مادی قانون کا وہ ماخذ ہے جس سے قانون اپنا مواد حاصل کرتا ہے۔[(1)]

فقہ اسلامی کے بالعموم مادی مآخذ بارہ ہیں جو زیرِ بحث لائے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں: قرآن حکیم، سنت رسول ﷺ، اجماع، قیاس، استحسان، استدلال، استصلاح، مسلّمہ شخصیات کی رائیں، تعامل، عرف اور رسم ورواج، ماقبل کی شریعت، ملکی قانون۔[(2)]

ان میں سے استحسان فقہ اسلامی کا پانچواں ماخذ ہے۔

استحسان کی تعریف:

استحسان بابِ استفعال کے وزن پر حُسن سے ماخوذ ہے۔ جس کا معنیٰ ہے؛ پسند کرنا اور اچھا سمجھنا۔ اہلِ علم کے ہاں استحسان کی درج ذیل تعریفات کی گئی ہیں:

1. امام سرخسی استحسان کی تعریف کرتے ہیں: "الاستحسان لغة: وجود الشئ حسنا، يقول الرجل: استحسنت كذا: أي اعتقدته حسنا على ضد الاستقباح، أو معناه: طلب الاحسن للاتباع الذي هو مأمور به۔[(3)]

"لغوی اعتبار سے کسی شے میں حسن کے پائے جانے کو استحسان کہتے ہیں۔ جیسے کہ ایک شخص کہتا ہے کہ میں نے اسے اچھا سمجھا یعنی اس کے اچھا ہونے کا اعتقاد رکھا اور استحسان، استقباح (برا سمجھنا) کی ضد ہے۔ یا استحسان کا معنیٰ یہ ہے کہ اتباع کیلئے مامور بہ کے مقابلے میں احسن کو طلب کرنا"۔

2. مولانا قاسمی کیرانوی، القاموس الوحید میں استحسان کی تعریف کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "اِسْتَحْسَنَہٗ کا مطلب ہے پسند کرنا اور اچھا سمجھنا۔ اصطلاحاً قیاس کو ترک کر کے لوگوں کیلئے آسان تر حکم کو اپنانا" استحسان کہلاتا ہے۔[(4)]

3. المناوی نے التعاریف میں استحسان کی لغوی اور اصطلاحی تعریف یوں کی ہے:

"الاستحسان لغة عد الشيء ذا حسن واعتقاده حسنا واصطلاحا دليل ينقدح في نفس المجتهد تقصر عنه عبارته وقيل عدول عن قياس إلى أقوى منه وقيل اسم لدليل من الأدلة الأربعة يعارض القياس الجلي"۔[5]

"لغت میں کسی شے کو حسین شمار کرنے اور اس کے حسن کا اعتقاد رکھنے کو استحسان کہتے ہیں۔اور اصطلاحی طور پہ استحسان وہ دلیل ہے جو مجتہد کے دل میں ایسا اثر کرے کہ جس کی تعبیر کرنے سے وہ قاصر ہو۔اور ایک قول یہ ہے کہ (استحسان سے مراد) ایک قیاس سے دوسرے قوی تر قیاس کی طرف پھر جانا ہے۔اور ایک قول یہ ہے کہ ادلہ اربعہ میں سے ایک دلیل کا نام ہی استحسان ہے جو کہ قیاسِ جلی کے معارض ہوتی ہے"۔

4. المعجم الوسیط میں ہے:"الاستحسان في الاصطلاح ترك القياس والأخذ بما هو أرفق للناس"۔[6]

"اصطلاح میں قیاس کو ترک کر کے لوگوں کیلئے آسان تر حکم کو اپنا لینا" استحسان کہلاتا ہے"۔

5. ابنِ منظور نے لسان العرب میں درج کیا: "يجوز الاستحسان في العربية كما أنه يجوز في الفقه وتُرِكَ الْقِيَاسُ لَهُ۔[7]

"عربی میں استحسان جائز ہے جیسا کہ فقہ میں جائز ہے اور اس کیلئے قیاس کو ترک کیا جاتا ہے"۔

6. امام سرخسیؒ المبسوط میں رقمطراز ہیں: الاستحسان ترك القياس والأخذ بما هو أوفق للناس وقيل الاستحسان طلب السهولة في الأحكام فيما يبتلى فيه الخاص والعام وقيل الأخذ بالسعة وابتغاء الدعة وقيل الأخذ بالسماحة وابتغاء ما فيه الراحة ۔[8]

"استحسان یہ ہے کہ قیاس کو ترک کیا جائے اور لوگوں کیلئے آسان تر حکم کو اپنایا جائے۔اور ایک قول یہ ہے کہ ان احکام میں سہولت تلاش کی جائے جن میں ہر خاص و عام مبتلا ہیں۔اور ایک قول یہ ہے کہ وسعت کو اپنایا جائے اور ترغیب کو چاہا جائے۔اور ایک قول یہ ہے کہ نرمی اور آسانی کو اپنا جائے اور اس حکم کو طلب کیا جائے جس میں راحت ہو "۔

قیاس کی مذکورہ چار تعریفات کے بعد امام سرخسی فرماتے ہیں:

وحاصل هذه العبارات أنه ترك العسر لليسر وهو أصل في الدين قال الله تعالى :يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[9] وقال صلى الله عليه وسلم خير دينكم اليسروقال لعلي ومعاذ رضي الله تعالى عنهما حين وجههما إلي اليمن يسرا ولا تعسرا قربا ولا تنفرا ۔[10]

"اِن عبارات کا حاصل یہ ہے کہ آسانی کیلئے تنگی کو ترک کر دیا جائے اور یہ دین کی اصل ہے۔اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا: يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ-(البقرۃ2:185)"اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا"۔اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: خير دينكم ايسره" تمہارا اچھا دین آسانی ہے"۔اور آپ ﷺ نے حضرت علی اور معاذ رضی اللہ عنھما کو جب یمن بھیجا تو فرمایا: تم دونوں لوگوں کیلئے آسانی کرنا اور مشکل میں نہ ڈالنا اور انہیں اپنے قریب کرنا، نفرت نہ دلانا"۔

7. امام بَزدَوِی قیاس کی بحث میں حکمِ علت بیان کرتے ہوئے اس کی چار اقسام تحریر کرتے ہیں اور پھر چوتھی قسم کی تفصیل یوں بیان کرتے ہیں:"واما النوع الرابع فعلى وجهين في حق الحكم وهما القياس والاستحسان والله اعلم۔۔۔وكل واحد منهما على وجهين إما أحد نوعي القياس فما ضعف اثره والنوع الثاني ما ظهر فساده واستترت صحته واثره واحد نوعي الاستحسان ما قوي اثره وان كان خفيا والثاني ما ظهر اثره وخفي فساده وانما الاستحسان عندنا أحد القياسين"۔[11]

"اور چوتھی قسم کی حکم کے لحاظ سے دو اقسام ہیں ایک قیاس اور دوسرا استحسان۔اور ان دونوں میں ہر ایک کی دو وجہات ہیں۔پس قیاس کی دو انواع میں سے ایک یہ ہے کہ جس کا اثر ضعیف ہو۔اور دوسری نوع یہ ہے کہ جس کا فساد ظاہر ہو اور اس کی صحت اور اثر دونوں پوشیدہ ہوں۔اور استحسان کی دو انواع میں سے ایک یہ ہے کہ جس کا اثر قوی ہو خواہ وہ خفی ہو اور دوسری نوع یہ ہے کہ جس کا اثر تو ظاہر ہو مگر اس کا فساد خفی ہو۔اور ہمارے نزدیک استحسان دو قیاسوں (قیاسِ جلی اور قیاسِ خفی) میں سے ایک ہے۔(یعنی قیاسِ خفی)"۔

8. ڈاکٹر صبحی محمصانی اس ضمن میں لکھتے ہیں:"جب کسی مسئلے میں قیاس سے زیادہ قوی دلیل موجود ہو یعنی قرآن یا سنت کی نص یا اجماع تو فقہا نے صریح قیاس ترک کر کے زیادہ قوی دلیل کے مطابق فتویٰ دیا ہے اور یہی استحسان کا مفہوم ہے"۔[12]

9. علامہ عبدالعلی لکھنویؒ فواتح الرحموت میں اور اس کی شرح کرتے ہوئے قاضی محب ّاللہ بہاری شرح مسلم الثبوت میں استحسان کی وضاحت کرتے ہوئے خامہ فرسا ہیں:" (اما عندا لحنفیۃ فبا عتبار التبادر)الیہ قسموا (الیٰ) قیاس (جلی) و هو ما یتبادر الیہ الذهن فی اول الامر (و)الیٰ قیاس (خفی منہ) و هو ما لا یتبادر الیہ الذهن الا بعد التامل۔ (والثانی الاستحسان) بالمعنی الأخص و کثیراً ما یراد بہ فی الفقہ هٰذا المعنیٰ۔[13]

"احناف کے ہاں استحسان کا متبادر معنیٰ (یعنی جو سبقت اختیار کر گیا) یہ ہے کہ انہوں نے قیاس کی تقسیم کی ہے۔(پہلی قسم) قیاس جلی وہ ہے کہ جس کی طرف ابتدا ہی سے ذہن منتقل ہو جائے۔اور (دوسری قسم) قیاس خفی ہے کہ جس کی طرف تامل کرنے کے بعد ذہن منتقل ہو۔اور اسے استحسان کہا جاتا ہے کیونکہ اس کا معنیٰ اخص ہے ۔اور فقہ میں زیادہ تر یہی معنیٰ مراد لیا جاتا ہے"۔

قرآنِ حکیم سے استحسان کی بنیاد:

قرآنِ حکیم کی درج ذیل آیات کے مطالعہ سے پتہ چلتا ہے کہ جب کسی بات کے دو پہلو ہوں تو ان میں سے بہتر کو اپنانا چاہیئے اور دین میں تنگی اور دشواری نہیں بلکہ آسانی رکھی گئی ہے نیز اللہ تعالیٰ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا:

1. اَ لَّذِینَ یَسْتَمِعُونَ الْقَوْلَ فَیَتَّبِعُونَ أَحْسَنَهُ أُوْلَئِكَ الَّذِینَ هَدَاهُمُ اللَّهُ وَأُوْلَئِكَ هُمْ أُوْلُوا الأَ لْبَابِ۔[14]

"جو لوگ بات کو غور سے سنتے ہیں، پھر اس کے بہتر پہلو کی اتباع کرتے ہیں یہی وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے ہدایت فرمائی ہے اور یہی لوگ عقل مند ہیں"۔

2. وَأْمُرْ قَوْمَكَ یَأْخُذُواْ بِأَحْسَنِهَا۔[15]

"اور اپنی قوم کو (بھی) حکم دو کہ وہ اس کی بہترین باتوں کو اختیار کر لیں"۔

3. وَمَا جَعَلَ عَلَیْكُمْ فِي الدِّینِ مِنْ حَرَ جٍ۔[16]

" اور اس نے تم پر دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی"۔

4. یُرِیدُ اللَّهُ بِكُمُ الْیُسْرَ وَلا یُرِیدُ بِكُمُ الْعُسْرَ[17]

" اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لئے دشواری نہیں چاہتا"۔

5. لاَ یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا إِلاَّ وُسْعَهَا۔[18]

" اللہ کسی جان کو اس کی طاقت سے بڑھ کر تکلیف نہیں دیتا"۔

سُنّت سے استحسان کی بنیاد:

درج ذیل آثار واحادیث سے واضح ہوتا ہے کہ جس چیز کو مسلمان اچھا سمجھیں تو وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھی ہے نیز دین کا بہتر پہلو وہ ہے جو آسان ہو:

1. عن عبداللہ بن مسعود قال :ما رأی المسلمون حَسَناً فهو عنداللہ حَسَنٌ۔[19]

"حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: جس کو مسلمان اچھا سمجھیں وہ اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی اچھا ہے"۔

2. حَدَّثَنَا سَعِیدُ بْنُ أَبِي بُرْدَةَ عَنْ أَبِیهِ قَالَ بَعَثَ النَّبِيُّ صَلَّى اللَّهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ جَدَّهُ أَبَا مُوسَى وَمُعَاذًا إِلَى الْیَمَنِ فَقَالَ یَسِّرَا وَلَا تُعَسِّرَا وَبَشِّرَا وَلَا تُنَفِّرَا۔[20]

"حضرت سعید بن ابی بردہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ نبی اکرم ﷺ نے ان کے دادا حضرت اُبو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجا تو ارشاد فرمایا: تم دونوں (لوگوں کیلئے) آسانی پیدا کرنا اور انہیں مشکل میں نہ ڈالنا۔اور انہیں خوشخبری دینا مگر متنفّر نہ کرنا"۔

3. عَنْ عَائِشَةَ، قَالَتْ: مَا خُیِّرَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ بَیْنَ أَمْرَیْنِ، أَحَدُهُمَا أَیْسَرُ مِنَ الْآخَرِ إِلَّا اخْتَارَ أَیْسَرَهُمَا مَا لَمْ یَكُنْ إِثْمًا، فَإِذَا كَانَ إِثْمًا، كَانَ أَبْعَدَ النَّاسِ مِنْهُ۔[21]

"حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: رسول اللہ ﷺ کو جب بھی ایسے دو امور میں اختیار دیا گیا کہ جن میں ایک آسان تھا تو آپ نے آسان امر کو اختیار کیا بشرطیکہ وہ گناہ نہ ہو۔اور اگر وہ گناہ ہوتا تو آپ ﷺ لوگوں میں سب سے زیادہ اس سے دور رہنے والے ہوتے"۔

4. عن ا بی قتادة عن الاعرابی الذی سمع رسول اللہ □ یقول: ان خیر دینکم ایسرہ ، ان خیر دینکم ایسرہ۔[22]
حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ ایک اعرابی سے روایت کرتے ہیں جس نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: تمہارا بہتر دین وہ ہے جو آسان ہو، تمہارا بہتر دین وہ ہے جو آسان ہو"۔

5. عن أنسٍ عن النبيِّ □ - قالَ: يَسِّروا ولاَ تُعسِّروا، وبشِّروا ولا تنفِّروا.[23]
"حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: (دین میں) آسانی پیدا کرو اور مشکل میں نہ ڈالو۔ اور بشارت دو اور (لوگوں کو دین سے) متنفّر نہ کرو"۔

6. نماز سے باہر قہقہہ لگانے سے وضو نہیں ٹوٹتا کیونکہ یہ نجاست نہیں ہے مگر نماز کے اندر رسول اللہ ﷺ نے قہقہہ لگا کر ہنسنے کو ناقضِ وضو قرار دیا: قال من كان منكم قهقه فليعد الوضو ءَ والصلا ةَ۔[24]
"فرمایا کہ جو کوئی تم میں سے قہقہہ لگائے تو وہ اپنا وضو اور نماز دونوں لوٹائے"۔

7. نصِ قرآنی کی رو سے گواہوں کا نصاب دو مرد ہے مگر رسول اللہ ﷺ نے اکیلے حضرت خزیمہ بن ثابت رضی اللہ عنہ کی گواہی کو دو مردوں کی گواہی کے قائم مقام قرار دیا: قال رسول الله صلى الله عليه و سلم : من شهد له خزيمة أو شهد عليه فحسبه۔[25]
"جس کے حق میں خزیمہ گواہی دے یا جس کے خلاف گواہی دے تو اکیلے خزیمہ کی گواہی ہی کافی ہے"۔

8. جب کوئی شخص قصداً روزہ توڑ دے تو اس کیلئے کفّارہ یہ ہے کہ وہ ایک غلام آزاد کرے، یا دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے یا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائے۔ لیکن ایک شخص نے عمداً روزہ توڑنے کے بعد بارگاہِ رسالت میں یہ کفارہ ادا کرنے سے معذوری ظاہر کی تو رسول اللہ ﷺ نے اس کی گفتگو سن کر نہ صرف اس سے کفارہ ساقط فرمایا بلکہ اپنے پاس سے کھجوریں بھی عنایت فرمائیں: فضحك رسول الله صلى الله عليه و سلم حتى بدت أنيابه قال : خذه وأطعمه عيالك ۔[26]
"پس رسول اللہ ﷺ (اس کی گفتگو سن کر) اتنا مسکرائے کہ آپ ﷺ کی ڈاڑھیں ظاہر ہو گئیں۔ فرمایا: یہ کھجوریں لے جاؤ اور انہیں اپنے گھر والوں کو کھلاؤ"۔

رسول اللہ ﷺ خود شارع ہیں جن کا قول و فعل نص اور حجتِ شرعیہ ہے مگر مذکورہ بالا احادیثِ مبارکہ (نمبر 6 تا 8) میں آپ ﷺ نے بھی استحسان سے کام لیا۔

عملِ صحابہؓ سے استحسان کی مثالیں:

1. قرآنِ مجید کی سورۃ التوبۃ کی آیت نمبر 60 میں مصارفِ زکوٰۃ کے ضمن میں مؤلفۃ القلوب کا ذکر بھی ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ نومسلموں کی دل جوئی کیلئے یا کفار کے فساد اور شر سے بچنے کیلئے انہیں بھی زکوٰۃ دی جا سکتی ہے۔ عیینہ بن حصن اور اقرع بن حابس کو نومسلم ہونے کی وجہ سے تالیفِ قلب کیلئے رسول اللہ ﷺ زکوٰۃ کی مد سے عطا فرمایا کرتے تھے۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ لکھتے ہیں پھر جب دورِ صدیقی آیا:
جاء عيينه والأقرع يطلبان أرضا الى ابى بكر فكتب له الخط فمزقه عمر وقال هذا شيء كان رسول الله صلى الله عليه وسلم يعطيكموه ليتألفكم على الإسلام واللآن فقد أعز الله الإسلام واغنى عنكم فان ثبتهم على الإسلام والا فبينا وبينكم السيف۔[27] "عیینہ اور اقرع، حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے پاس اپنے حصے کا مطالبہ کرنے آئے تو انہوں نے بھی ان کے حق میں حکم نامہ لکھ دیا۔ پھر دورِ فاروقی میں یہی لوگ مطالبہ کرنے آئے تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ان کی حوصلہ شکنی کرتے ہوئے کچھ دینے سے انکار کیا اور فرمایا: رسول اللہ ﷺ تمہیں عطا کیا کرتے تھے تاکہ تمہاری اسلام سے الفت قائم ہو۔ اب اللہ تعالیٰ نے اسلام کو عزت و غلبہ عطا فرما کر تم سے مستغنی کر دیا ہے۔ پس اگر تم اسلام پر ثابت قدم رہو تو ٹھیک ہے ورنہ ہمارے اور تمہارے درمیان تلوار فیصلہ کرے گی"۔

2. قرآن حکیم کی سورۃ المائدۃ کی آیت نمبر 38 میں سرقہ کی سزا ایک حکمِ کلی کی صورت میں موجود ہے۔ ایک دفعہ حاطب بن ابی بلتعہ کے چند غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ چرا کر ذبح کر دیا۔ جب معاملہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عدالت میں پہنچا تو آپ نے ہاتھ کاٹنے کا حکم دیا۔ لیکن معاً آپ نے حاطب سے سوال کیا کہ میرے خیال کے مطابق تم ان غلاموں کو بھوکا رکھتے ہو جس کی بنا پہ یہ وہ کام کرنے پر مجبور ہو گئے جسے اللہ تعالیٰ نے حرام کر رکھا ہے۔ پس آپ نے حد ساقط کر کے اونٹ کے مالک کو اس کی قیمت لینے پر راضی کر لیا۔ امام ابنِ قدامہ بیان کرتے ہیں:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

وَقَدْ رُوِيَ عَنْ عُمَرَ، - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ - أَنَّ غِلْمَانَ حَاطِبِ بْنِ أَبِي بَلْتَعَةَ انْتَحَرُوا نَاقَةً لِلْمُزَنِيِّ، فَأَمَرَ عُمَرُ بِقَطْعِهِمْ، ثُمَّ قَالَ لِحَاطِبٍ: إنِّي أَرَاك تُجِيعُهُمْ. فَدَرَأَ عَنْهُمْ الْقَطْعَ لَمَّا ظَنَّهُ يُجِيعُهُمْ.[28]

''اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حاطب بن ابی بلتعہؓ کے غلاموں نے قبیلہ مزینہ کے ایک شخص کا اونٹ پکڑ کر ذبح کر لیا۔ تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کے قطع ید کا حکم دیا ۔ پھر آپ نے حاطبؓ سے کہا: مجھے لگتا ہے کہ تم ان غلاموں کو بھوکا رکھتے ہو (اس لئے انہوں نے اپنی بھوک مٹانے کیلئے اونٹ ذبح کیا ہے)۔ چنانچہ اس بھوکا رکھنے کی وجہ سے آپ نے ان سے قطع ید کی حد ساقط کر دی''۔

3. جب کوئی عورت فوت ہو جائے اور اس کے ورثاء میں شوہر، ماں، دو اخیافی بھائی اور دو حقیقی بھائی موجود ہوں تو اس صورت میں شوہر، ماں اور اخیافی بھائی اصحابِ فرائض میں سے ہیں جن کے حصّے شریعت نے مقرّر کئے ہیں۔ مگر میت کے حقیقی بھائی عصبات میں سے ہیں جن کو اصحابِ فرائض سے بچا ہوا حصہ ملتا ہے ۔ چنانچہ شوہر کو نصف حصہ ملے گا، ماں کو چھٹا حصہ اور اخیافی بھائیوں کو ثلث ملے گا۔ اس کے بعد کچھ بچتا ہی نہیں کہ جو میت کے حقیقی بھائیوں کو عصبات کی بنا پر دیا جائے۔

اندریں حالات حضرت عمر اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے نزدیک استحسان پر عمل کرتے ہوئے میت کے تمام بھائیوں کو خواہ وہ اخیافی ہو یا حقیقی، ثلث حصہ دیا جائے گا۔ امام فخر الدین رازی اس ضمن میں رقمطراز ہیں:

اختلافهم في مسألة الْمُشَرَّكَةِ وهي زوج وأم وإخوة لأم وإخوة لأب وأم حكم عمر رضي الله عنه فيها بالنصف للزوج وبالسدس للأم وبالثلث للإخوة من الأم ولم يعط للإخوة من الأب والأم شيئا فقالوا هب أن أبانا كان حمارا ألسنا من أم واحدة فشرك بينهم وبين الإخوة من الأم في الثلث.[29]

''اور اصولیین کا الْمُشَرَّكَةِ کے مسالہ میں اختلاف ہے اور یہ وہ عورت ہے جو فوت ہو جائے اور اس کا شوہر، ماں اور اخیافی بھائی (صرف ماں کی طرف) اور حقیقی بھائی (ماں اور باپ دونوں کی طرف سے) موجود ہوں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان میں سے شوہر کو نصف، ماں کو چھٹا اور اخیافی بھائیوں کو ثلث دینے کا حکم دیا۔ اور حقیقی بھائیوں کو کچھ نہیں دیا۔ تو حقیقی بھائیوں نے کہا: فرض کر لیں کہ ہمارا باپ گدھا تھا مگر کیا ہم سب بھائی ایک ہی ماں سے نہیں ہیں۔ پس حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اخیافی اور حقیقی بھائیوں کو ثلث حصہ میں شریک کر دیا''۔

منکرینِ استحسان کے دلائل:

جن ائمہ نے استحسان کا انکار کیا ہے ان میں امام محمد بن ادریس الشافعیؒ اور ان کے مقلّدین امام محمد الغزالی، ماوردی اور بیضاوی شامل ہیں۔ جبکہ علماءِ ظواہر میں سے ابنِ حزم اور علامہ شوکانی ہیں۔ ان سب حضرات نے در حقیقت استحسان کے ایک مخصوص مفہوم کی تردید کی ہے۔

امام شافعیؒ نے اپنی مشہورِ زمانہ کتاب ''الام'' میں ایک مستقل باب ''کتاب ابطال الاستحسان'' کے نام سے قائم کیا ہے۔

1. امام شافعیؒ، الرسالۃ میں فرماتے ہیں:

وإنما الاستحسان تلذذ ولا يقول فيه إلا عالم بالاخبار عاقل للتشبيه عليها.[30]

''اور استحسان محض لطف اندوزی ہے۔ اور اس کے بارے میں ایک عالم کے سوا کوئی کلام نہ کرے جو اخبار کا جاننے والا اور ان اخبار کی تشبیہات کی سمجھ رکھنے والا ہو''۔

2. امام غزالیؒ استحسان کی بابت رقمطراز ہیں:

الأصل الثالث من الأصول الموهومة الاستحسان وقد قال به أبو حنيفة وقال الشافعي من استحسن فقد شرع.[31]

'' موہوم اصولِ شریعت میں سے تیسری اصل استحسان ہے۔ اور اُبو حنیفہؒ اس کے قائل ہیں۔ جبکہ شافعیؒ نے کہا کہ جس نے استحسان سے کام لیا تو اس نے نئی شریعت جاری کی''۔

اس کے بعد امام غزالیؒ استحسان کے تین معانی بیان کر کے ان سب کا رد کرتے ہیں۔

3. امام شافعیؒ کے بارے میں علامہ شوکانیؒ لکھتے ہیں:

قال الشافعي في الرسالة: الاستحسان تلذذ، ولو جاز لأحد الاستحسان في الدين؛ لجاز ذلك لأهل العقول من غير أهل العلم، ولجاز أن يشرع في الدين في كل باب، وأن يخرج كل أحد لنفسه شرعا.[32]

"امام شافعیؒ نے الرسالۃ میں کہا: استحسان ایک تلذّذ ہے اور اگر دین میں کسی کیلئے استحسان کو جائز قرار دیا جائے تو یہ بے علم لوگوں کیلئے محض عقل کی بنیاد پہ جائز قرار پائے گا۔اور دین کے ہر باب میں مشروع قرار پائے گا اور ہر ایک اپنی خواہش کے مطابق احکام شریعت گھڑنے لگے گا"۔

4. ابنِ حزم ظاہری اندلسی استحسان کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

والحق حق وإن استقبحه الناس والباطل باطل وإن استحسنه الناس فصح أن الاستحسان شهوة واتباع للهوى وضلال ـ[33]

"اور حق بات حق ہے خواہ لوگ اس کو برا سمجھیں اور باطل، باطل ہے خواہ لوگ اس کو اچھا سمجھیں۔پس صحیح یہ ہے کہ استحسان ایک شہوت، خواہشِ نفس کی پیروی اور گمراہی ہے"۔

5. علامہ تاج الدین سبکیؒ الشافعی بیان کرتے ہیں:

الاستحسان قال به أبو حنيفة رضي الله عنه، واشتد النكير عليه سلفًا وخلفًا حتى قال الشافعي رضي الله عنه فيما نقل عنه الثقات: من استحسن فقد شرع. [34]

"امام ابو حنیفہؒ استحسان کے قائل ہیں اور ان پر سلف وخلف سب نے شدید نکیر کی ہے۔یہاں تک کہ امام شافعیؒ نے کہا جو کہ ان سے ثقہ حضرات نے نقل کیا ہے کہ جس نے استحسان سے کام لیا تو اس نے نئی شریعت بنائی"۔

6. امام فخر الدین رازیؒ الشافعی المحصول میں رقمطراز ہیں:

المحكي عن الحنفية القول بالاستحسان ومخالفوهم أنكروا ذلك عليهم لظنهم أنها يعنون به الحكم من غير دليل.[35]

" احناف سے استحسان کے جواز میں قول بیان کیا گیا ہے اور ان کے مخالفین نے ان کے خلاف جاتے ہوئے اس کا انکار کیا ہے کیونکہ ان کے خیال میں احناف دلیل کے بغیر حکم مراد لیتے ہیں"۔

امام زرکشی الشافعیؒ استحسان کی وضاحت کرتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

وَقَدْ نُوزِعَ فِي ذِكْرِهِ فِي جُمْلَةِ الْأَدِلَّةِ بِأَنَّ الِاسْتِحْسَانَ الْعَقْلِيَّ لَا مَجَالَ لَهُ فِي الشَّرْعِ، وَالِاسْتِحْسَانُ الشَّرْعِيُّ لَا يَخْرُجُ عَمَّا ذَكَرْنَاهُ.[36]

"تمام اَدِلّٰہ میں استحسان کا ذکر کرتے ہوئے نزاع کیا گیا ہے کہ استحسانِ عقلی کی شریعت اسلامی میں کوئی مجال نہیں اور استحسانِ شرعی اس شریعت سے خارج نہیں ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا"۔

شاہ ولی اللہؒ اور استحسان:

برصغیر میں شاہ ولی اللہ محدّثِ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغۃ میں "باب احکام الدین من التحریف" میں استحسان پر بحث کرتے ہوئے اس کی مخالفت کی ہے۔لکھتے ہیں:

ومنها الاستحسان وحقيقته أن يرى رجل الشارع يضرب لكل حكمة مظنة مناسبة ، ويراه يعقد التشريع ، فيختلس بعض ما ذكرنا من أسرار التشريع ، فيشرع للناس حسبما عقل من المصلحة . كما أن اليهود رأوا أن الشارع إنما أمر بالحدود زجرا عن المعاصي للاصلاح ، ورأوا أن الرجم يورث اختلافا وتقاتلا بحيث يكون في ذلك اشد الفساد ، واستحسنوا تحميم الوجه والجلد ، فبين النبي صلى الله عليه وسلم أنه تحريف ونبذ لحكم الله المنصوص بالتوراة بآرائهم . [37]

"دینی اُمور میں سہل انگاری کے اَسباب میں سے ایک استحسان ہے۔اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک شخص شارع کو ہر حکمت کیلئے ایک مناسب مثال دیتے ہوئے اور قانون سازی کو پیچیدہ بناتے ہوئے دیکھتا ہے تو وہ قانون سازی کو ان اسرار کو غبن کرنا شروع کر دیتا ہے جن کا ہم نے ذکر کیا۔پس وہ لوگوں کیلئے ایسی قانون سازی کرتا ہے جو مصلحت کی بنا پر اس کی عقل میں آتی ہے۔جیسا کہ یہود نے دیکھا کہ شارع نے انہیں حدود کا حکم گناہوں سے اصلاح کیلئے زجر کے طور پہ دیا ہے۔اور انہوں نے دیکھا کہ رجم سے اختلاف اور باہمی قتال جنم لیتا ہے تو اس میں شدید فساد پایا جاتا ہے تو انہوں نے چہرے اور جلد کو سیاہ کرنے کے ذریعے رجم کے حکم کو استحسان سے بدل دیا۔پس نبی اکرم ﷺ نے بیان فرمایا کہ یہ عمل، تحریف ہے اور اللہ تعالیٰ کے تورات میں منصوص حکم کو اپنی آراء کے ذریعے نظر انداز کرنا ہے"۔

قائلینِ استحسان اور ان کے دلائل

مذاہبِ اربعہ میں سے حنفیہ، مالکیہ، اور حنابلہ نے استحسان کو احکام کے استنباط میں شرعی حجت کے طور پہ لیا ہے۔در حقیقت یہ اصطلاح علمائے احناف کی اختیار کردہ ہے جسے مالکی اور حنبلی فقہاء نے بھی اپنایا۔

احناف کی اُصول فقہ کی تقریباً تمام کتب میں استحسان کے معتبر ہونے کی بحث موجود ہے۔

امام فخر الاسلام بزدویؒ حنفی، اُصول بزدوی میں لکھتے ہیں:

وكل واحد منهما على وجهين إما أحد نوعي القياس فما ضعف اثره والنوع الثاني ما ظهر فساده واستترت صحته واثره واحد نوعي الاستحسان ما قوي اثره وان كان خفيا والثاني ما ظهر اثره وخفي فساده وانما الاستحسان عندنا أحد القياسين لكنه يسمى به إشارة إلى انه الوجه الأولى في العمل به وان العمل بالاخرة جائزكما جاز العمل بالطرد وان كان الاثر اولى منه۔[38]

''اور قیاس اور استحسان میں سے ہر ایک کے دو پہلو ہیں۔جہاں تک قیاس کی دو اُنواع میں سے پہلی کا تعلق ہے تو یہ وہ ہے جس کا اثر ضعیف ہو اور دوسری نوع وہ ہے جس کا فساد ظاہر ہو مگر اس کی صحت اور اثر دونوں پوشیدہ ہوں۔اور استحسان کی پہلی قسم وہ ہے جس کا اثر قوی ہو اگرچہ خفی ہو اور دوسری قسم وہ ہے جس کا اثر ظاہر ہو اور فساد خفی ہو۔ہمارے نزدیک استحسان قیاس کی دو شکلوں میں سے ایک شکل کا نام ہے، اور اس کا نام استحسان اس لیے رکھا، تاکہ اس حقیقت کی طرف اشارہ ہو جائے کہ اُس قیاس پر عمل کرنا زیادہ بہتر ہے، اگرچہ دوسرے قیاس پر عمل کرنا فی نفسہ جائز ہوتا ہے''۔

معاصر علما میں سے شیخ مناع بن خلیل القطان رقمطراز ہیں:

يعتبر الاستحسان من أصول الأدلة في مذهب أبي حنيفة، وإن بالغ في الأخذ به بعض العلماء الأحناف، فقالوا: إن المجتهد له أن يستحسن بعقله، إلا أن المتأخرين منهم على أن الاستحسان عبارة عن دليل يقابل القياس الجلي الذي تسبق إليه الأفهام۔[39]

''امام ابو حنیفہؒ کے مذہب میں اصولِ ادلہ میں سے استحسان معتبر ہے۔یہاں تک بعض علماءِ احناف نے استحسان سے اخذ کرنے میں مبالغہ کیا ہے۔اور کہا کہ مجتہد کو چاہئیے کہ وہ اپنی عقل سے استحسان کرے۔سوائے اس کے کہ متأخرین نے کہا کہ استحسان ایسی دلیل سے عبارت ہے کہ جو قیاسِ جلی کے مقابل ہو کہ جس کی طرف ذہن سبقت کریں''۔

قاضی ابو بکر بن العربیؒ المالکی لکھتے ہیں:

وقد قال به مالك۔[40]

''اور امام مالک رحمہ اللہ استحسان کے قائل ہیں''۔

ابنِ حزم اندلسی لکھتے ہیں:

قال المالكيون بالاستحسان في كثير من مسائلهم روى العتبي محمد بن أحمد قال ثنا أصبغ بن الفرج قال سمعت ابن القاسم يقول قال مالك تسعة أعشار العلم الاستحسان۔[41]

''مالکی فقہاء نے اپنے کثیر مسائل میں استحسان کا قول کیا ہے۔عتبی محمد بن احمد نے روایت کیا؛ ہمیں اصبغ بن الفرج نے بیان کیا کہ میں نے ابن القاسم کو کہتے سنا: امام مالکؒ نے فرمایا؛ علم کے دس حصوں میں نو حصے استحسان پر مبنی ہے''۔

امام شوکانی بیان کرتے ہیں:

وقد ذكر الباجي أن الاستحسان الذي ذهب إليه أصحاب مالك هو القول بأقوي الدليلين، كتخصيص بيع العرايا من بيع الرطب بالتمر۔[42]

''اور شیخ باجی نے ذکر کیا ہے کہ جس استحسان کی طرف امام مالک کے اُصحاب گئے ہیں وہ دو دلیلوں میں سے قوی تر دلیل کا قول کرنا ہے۔جس طرح تازہ کھجوروں کی بیع خشک کے عوض اندازے سے کرنا ہے''۔

ابنِ قدامہ حنبلیؒ مقدسی بیان کرتے ہیں:

قال القاضي يعقوب القول بالاستحسان مذهب أحمد رحمه الله وهو أن تترك حكما إلى حكم هو أولىٰ منه۔[43]

'' قاضی یعقوب نے کہا کہ استحسان کا قول کرنا امام احمد بن حنبل رحمہ اللہ کا مذہب ہے۔اور استحسان یہ ہے کہ ایک حکم کو اس سے بہتر حکم کی خاطر ترک کر دیا جائے''۔

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

علامہ آمدیؒ الشافعی اس ضمن میں راقم ہیں:

الاستحسان وقد اختلف فيه فقال به أصحاب أبي حنيفة وأحمد بن حنبل وأنكره الباقون۔[44]

"استحسان کے حوالے سے اختلاف پایا جاتا ہے۔ ابو حنیفہؒ کے اُصحاب اور احمد بن حنبلؒ استحسان کے قائل ہیں۔ جبکہ باقی فقہا نے اس کا انکار کیا ہے"۔

ارکانِ استحسان:

استحسان تین ارکان سے وجود میں آتا ہے؛ 1۔معدول عنہ 2۔معدول الیہ 3۔وجہِ عدول

1۔معدول عنہ:

معدول عنہ سے مراد قیاس جلی یا قیاسِ ظاہر ہے جس کا ذکر مندرجہ بالا صفحات میں ہو چکا ہے۔یعنی قیاس جلی کو قیاس خفی کے لئے ترک کر دینا استحسان کہلاتا ہے۔

شیخ عبدالوہاب خلاف لکھتے ہیں:

وفي اصطلاح الأصوليين: هو عدول المجتهد عن مقتضى قياس جلي إلى مقتضى قياس خفي، أو عن حكم كلي إلى حكم استثنائي لدليل انقدح في عقله رجَّح لديه هذا العدول.[45]

"اور اصولیین کی اصطلاح میں مجتہد کا قیاسِ جلی کے مقتضیٰ سے قیاسِ خفی کے مقتضیٰ کی طرف عدول کرنا استحسان کہلاتا ہے۔ یا مجتہد کا حکمِ کلی سے حکمِ استثنائی کی طرف ایسی دلیل کی بناپر عدول کرنا جو اس کی عقل میں نتیجہ برآمد ہونے کی بناپر ترجیح پا جائے"۔

علامہ علاءالدین سمرقندیؒ حنفی قیاس جلی کی تین اقسام بیان کرتے ہیں:

والجلي أنواع: قياس بالعلة المنصوصة. وقياس بالعلة المجمع عليها. وقياس بالعلة المعلومة ببديهة العقل. ولا خلاف في هذه الجملة بين العلماء.[46]

"اور قیاس جلی کی اَنواع یہ ہیں:(1) قیاس بالعلۃ المنصوصۃ (2) قیاس بالعلۃ المجمع علیھا (3) قیاس بالعلۃ المعلومۃ ببد اہۃ العقل۔اور تینوں اَنواع میں علما کے درمیان کوئی اختلاف نہیں ہے"۔

2۔معدول الیہ:

معدول الیہ میں دو چیزیں شامل ہو سکتی ہیں:

i. مسئلہ استحسان یعنی وہ خاص جزی جس میں نصِ خاص یا قیاسِ خفی وغیرہ کو ترجیح دے کر قیاسِ جلی کے خلاف حکم لگایا جاتا ہے۔ جیسے بیع سلم یا نماز میں قہقہہ وغیرہ

ii. مسئلہ استحسان میں جواز یا عدمِ جواز کا جو حکم جاری کیا گیا اس کی شرعاً معتبر دلیل یعنی نص، اجماع یا قیاسِ خفی وغیرہ

3۔وجہِ عدول:

وجہِ عدول یا علتِ استحسان کا تعین استحسان کی مختلف اقسام کی بناپر کیا جائے گا۔ مثلاً استحسان بالنص میں نص کی قوّت، علّتِ استحسان قرار پائے گی، استحسان بالاجماع میں اجماع کی قوّت وجہِ ترجیح متعین ہو گی، اور استحسان بالقیاس الخفی میں قیاسِ خفی کا اثر اور مناسبت وجہِ عدول قرار دی جائے گی وغیرھم۔

استحسان کی اقسام:

احناف کی کتب نور الانوار اور حسّامی وغیرہ میں استحسان کی چار اقسام بیان کی گئی ہیں:

1) استحسان بالنص
2) استحسان بالاجماع
3) استحسان بالقیاس
4) استحسان بالضرورۃ

اقسامِ استحسان کی مثالیں:

مذکورہ بالا اقسام کی مثالیں حسبِ ذیل ہیں:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

استحسان بالنص کی مثالیں:

1) نص میں چونکہ قرآن، حدیث اور قولِ صحابی تینوں شامل ہیں اس لئے اسے استحسانِ سنت بھی کہتے ہیں۔امام آمدیؒ، کتاب اللہ سے استحسان کی مثال یہ دیتے ہیں:
أما الكتاب فكما في قول القائل مالي صدقة فإن القياس لزوم التصدق بكل مال له وقد استحسن تخصيص ذلك بمال الزكاة كما في قوله تعالى { خذ من أموالهم صدقة } ولم يرد به سوى مال الزكاة ۔ (47) ''جہاں تک کتاب اللہ سے استحسان کے بیان کا تعلق ہے تو وہ یوں کہ اگر کوئی یہ کہے مالي صدقة کہ میرا مال صدقہ ہے۔تو ظاہرِ قیاس تقاضا کرتا ہے کہ اس پر تمام مال صدقہ کرنا لازم ہو لیکن استحساناً اسے مالِ زکوٰۃ کے ساتھ خاص کیا جائے گا۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قول ہے: { خُذْ مِنْ أَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً } (48)اور یہ حکم مالِ زکوٰۃ کے علاوہ کسی اور صدقہ پر وارد نہیں ہوگا۔

2) بیع عرایا استحسان بالنص کی رو سے جائز قرار دی گئی۔اس کی صورت یہ ہے کہ ایک شخص دوسرے غریب شخص کو اپنے باغ میں سے چند کھجوروں کے درختوں سے کھجوریں کھانے کی اجازت دیتا ہے۔اس کی آمد ورفت سے بعض دفعہ مالک کو تکلیف ہوتی ہے اس لئے درخت پر جو کھجوریں ہوتی ہیں ان کے بدلہ میں اندازاً وہ اس کو خشک کھجوریں دے دیتا ہے۔اس قسم کا تبادلہ از روئے قیاس منع ہے۔لیکن رسول اللہ ﷺ نے ضرورت کی بنا پر عرایا کی اجازت دے دی۔عَنِ ابْنِ عُمَرَ، عَنْ زَيْدِ بْنِ ثَابِتٍ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ: «أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ رَخَّصَ فِي العَرَايَا أَنْ تُبَاعَ بِخَرْصِهَا كَيْلًا۔(49) ''حضرت ابن عمر، حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنھما سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے عرایا کے حوالے سے رخصت عطا فرمائی کہ کھجوروں کے وزن کو ٹہنیوں پر اندازے سے بیچا جائے''۔

قیاس کا تقاضا ہے کہ مقدار معلوم ہو اور اس کا وزن کیا جائے مگر شارع علیہ السلام نے خلافِ قیاس اس کی رخصت عطا فرمائی۔اسی طرح بیع سلم میں عقد کے وقت مبیع موجود نہیں ہوتی مگر اس بیع کی بھی آپ ﷺ نے اجازت دی۔مزید برآں شریعتِ اسلامی میں اجارہ، وصیت، قرض اور خیارِ شرط وغیرہ خلافِ قیاس طور پہ استحساناً جائز قرار دیے گئے ہیں۔

استحسان بالاجماع کی مثال:

کسی مسئلہ میں قیاس اور قواعد کا تقاضا ترک کر کے قولی یا عملی اجماع کی بنا پر ثابت ہونے والا خصوصی حکم اپنانا استحسان بالاجماع ہے۔اس پر دلیل یہ ہے کہ جس طرح نصِ شرعی کے ذریعے حکمِ قیاسی میں خطا کا پہلو واضح ہو کر متروک ہو جاتا ہے اسی طرح اجماع کے ذریعہ بھی قیاسِ ظاہر میں جہتِ خطا کا تعین ہو جاتا ہے جس کی بنا پر وہ متروک ہو جاتا ہے۔کتبِ فقہ میں اس کی متعدد مثالیں موجود ہیں۔جن میں سے ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔

امام سرخسیؒ اس حوالے سے لکھتے ہیں:

وهذا لان القياس فيه احتمال الخطأ والغلط، فبالنص أو الاجماع يتعين فيه جهة الخطأ فيه، فيكون واجب الترك لا جائز العمل به في الموضع الذي تعين جهة الخطأ فيه. (50)

''اور ایسا (قیاس کا ترک کرنا) اس لئے کہ قیاس میں خطا اور غلطی کا احتمال ہوتا ہے تو نص یا اجماع کے ذریعے اس میں خطا کی جہت متعین ہو جاتی ہے۔چنانچہ جس جگہ اس کی خطا کا پہلو متعین ہو جائے تو وہ واجب الترک ہو جاتا ہے اور اس پر عمل کرنا جائز نہیں ہوتا''۔

علامہ مرغینانیؒ اس کی مثال دیتے ہیں:

وإذا ارتدا معا ثم أسلما معا فهما على نكاحهما استحسانا وقال زفر رحمه الله يبطل لأن ردة أحدهما منافية وفي ردتهما ردة أحدهما ولنا ما روي أن بني حنيفة ارتدوا ثم أسلموا ولم يأمرهم الصحابة رضوان الله عليهم أجمعين بتجديد الأنكحة والارتداد منهم واقع معا لجهالة التاريخ.(51)

''اور جب شوہر اور بیوی دونوں اکٹھے مرتد ہو جائیں اور پھر اکٹھے اسلام لے آئیں تو وہ استحساناً اپنے نکاح پر برقرار رکھے جائیں گے۔اور امام زفرؒ نے کہا کہ ان کا نکاح باطل ہو جائے گا اسلئے کہ ان میں سے ایک کی ردّت منافیِ نکاح ہے اور دونوں کی ردّت میں تو ایک کی ردّت بہر حال ہے۔ہم جمہور احناف کی دلیل یہ ہے کہ (سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور میں) بنی حنیفہ کا قبیلہ مرتد ہو گیا تھا اور پھر تمام قبیلہ دوبارہ اسلام لے آیا۔مگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے ان کو تجدیدِ نکاح کا حکم نہیں دیا۔اور تاریخ نامعلوم ہونے کی بنا پر ان سے ایک ساتھ ارتداد واقع ہوا تھا''۔

استحسان بالقیاس کی مثال:

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

چونکہ قیاسی احکام کے استنباط میں اصل اعتبار علّت کی تاثیر کا ہوتا ہے نہ کہ ظاہر اور خفی ہونے کا۔اس لئے استحسان بالقیاس میں استحسان یا قیاسِ خفی کی وجہِ ترجیح علتِ خفی کی وجہِ تاثیر ہے۔چنانچہ جس علت کا اثر قوی ہوگا وہی راجح قرار پائے گی خواہ وہ ظاہر ہو خفی۔

امام سرخسیؒ اس ضابطے کو یوں بیان کرتے ہیں:

وإنما يكون الترجيح بقوة الاثر لا بالظهور ولا بالخفاء، لما بينا أن العلة الموجبة للعمل بها شرعا ما تكون مؤثرة، وضعيف الاثر يكون ساقطا في مقابلة قوي الاثر ظاهرا كان أو خفيا، بمنزلة الدنيا مع العقبى.

"اور علت کو ترجیح اس کے قوتِ اثر کی بنا پر حاصل ہوتی ہے نہ کہ اس کے ظہور اور خفا کی بناپر۔جیسا کہ ہم نے بیان کیا کہ شرعی طور پہ عمل کیلئے علتِ موجبہ وہ ہوتی ہے جو مؤثر ہو۔اور ضعیف الاثر علت، قوی الاثر علت کے مقابلے میں ساقط ہو جاتی ہے خواہ وہ ظاہر ہو یا خفی۔جیسا کہ دنیا کے مقابلے میں آخرت کو ترجیح حاصل ہے(اس کے قوی الاثر ہونے کی بناپر،حالانکہ دنیا ظاہر ہے اور آخرت خفی)"۔[52]

استحسان بالقیاس کی متعدد مثالوں میں سے کتبِ فقہ میں ایک مثال یہ ہے: قیاس کا تقاضا ہے کہ شوہر کے بیوی سے جماع کے بعد ہی پورا مہر واجب ہو۔صرف خلوتِ صحیحہ سے پورا مہر واجب نہ ہو۔اس لئے کہ مہر بدل ہے ملکِ بضع کا اور جب تک شوہر اس سے جماع نہ کرے قبضہ متحقق نہیں ہوتا للذا مہر بھی واجب نہیں ہونا چاہئیے۔لیکن اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ جب بیوی نے خلوت میں خود کو پوری طرح شوہر کے حوالے اور سپرد کر دیا اور یہی اس کی ذمہ داری ہے تو مہر واجب ہو گیا خواہ شوہر اس سے جماع نہ بھی کرے۔اسی کو استحسان بالقیاس الخفی کہا جاتا ہے۔

استحسان بالضرورۃ کی مثال:

استحسان بالضرورۃ سے مراد یہ ہے کہ جب قیاس اور کلی احکام پر عمل کرنا ممکن نہ ہو یا عمل کرنا مشقت اور حرج کا باعث بنے تو انسانی ضرورت کی بناپر قیاسی احکام کو ترک کر کے ایسے متبادل احکام پر عمل کیا جائے جو رخصت اور استثناء پر مبنی ہوں مگر اپنی روح کے اعتبار سے کتاب وسنت کی نصوص اور صریح احکام سے متعارض نہ ہوں۔

استحسان کی یہ قسم اسلامی شریعت کے قاعدہ یُسر وسماحت اور الضرورات تبیح المحظورات پر مبنی ہے۔ اور اس کا استعمال فقہاء کے کثرت سے پایا جاتا ہے۔اسی کی بناپر ہر دور میں اسلامی قانون میں لچک،افادیت اور عصری تقاضوں سے ہم آہنگی برقرار رکھی گئی ہے۔

استحسان بالضرورۃ کی مثالوں میں سے ایک صاحبِ ہدایہ بیان کرتے ہیں:

ولو دخل حلقه ذباب هو ذاكر لصومه لم يفطر وفي القياس يفسد صومه لوصول المفطر إلى جوفه وإن كان لا يتغذى به كالتراب والحصاة ووجه الاستحسان أنه لا يستطاع الاحتراز عنه فأشبه الغبار والدخان۔[53]

"اور اگر روزہ دار کے منہ میں مکھی داخل ہو جائے اس حال میں کہ اسے روزہ یاد ہے تو وہ روزہ افطار نہیں کرے گا۔اور قیاس کا تقاضا ہے کہ اس کا روزہ فاسد ہو جائے کیونکہ مفطر اس کے پیٹ میں چلی گئی اگرچہ اسے کھایا نہیں جاتا۔یہ ایسے ہی ہے جیسے غیر ارادی طور پر منہ میں مٹی یا کنکری وغیرہ چلی گئی۔اور یہ حکم استحساناً اس لئے لگایا گیا کہ اس سے احتراز ممکن نہیں ہے۔پس یہ غیر ارادی طور پر منہ میں غبار اور دھواں داخل ہونے کے مشابہ ہے"۔

خلاصہ بحث:

قیاسِ ظاہر یعنی نصِ عام اور قاعدہ عام کے خلاف نصِ خاص اور قیاسِ خفی سے ثابت حکم کو استحسان کہا جاتا ہے۔مختصر الفاظ میں استحسان ایک خلافِ قیاس حکم کا نام ہے۔اور یہ بات استحسان کی تمام اَنواع پر صادق آتی ہے۔اسی لئے استحسان کے باب میں ذکر کی جانے والی اکثر مثالیں وہی ہوتی ہیں جو فقہ میں کسی دوسرے مقام پر خلافِ قیاس(المعدول بہ عن القیاس) حکم کی مثال میں بھی ذکر کی جاتی ہیں۔

البتہ خلافِ قیاس احکام اور استحسان پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دونوں میں عام وخاص کی نسبت پائی جاتی ہے۔خلافِ قیاس (المعدول بہ عن القیاس) عام ہے اور استحسان اس کی ایک خاص صورت ہے۔

سفارشات:

- چونکہ استحسان کی ضرورت صرف اس وقت پیش آتی ہے جب قیاس اس سے متعارض ہو۔استحسان کو قیاسِ جلی پر اس لئے ترجیح دی جاتی ہے کہ قیاسِ خفی اس سے متعارض ہے اور اپنی صحت واثر کے اعتبار سے قیاسِ جلی سے بہتر ہے۔بنابریں یہ اندیشہ درست نہیں کہ استحسان کی وجہ سے شریعت کی مقرّر کردہ حدود سے تجاوز کا امکان پیدا ہو جاتا ہے۔اسلام کے ابتدائی دور میں جن فقہاء نے استحسان کی مخالفت کی ان کا مدعا یہ تھا کہ کہیں ادلّہ شرعیہ

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

میں ایک ایک ایسی دلیل کا اضافہ نہ ہو جائے جس کا ثبوت قرآن وسنت میں نہیں ملتا۔اسی لئے اولین قائلینِ استحسان میں سے احناف نے بھی اس حوالے سے بڑی احتیاط سے کام لیا۔

- جیسا کہ ہم مذکورہ سطور میں یہ بات جان چکے ہیں کہ شوافع کے علاوہ باقی تینوں مکاتبِ فقہ (احناف،مالکیہ،حنابلہ)استحسان کے قائل ہیں تو دورِ حاضر میں پیدا ہونے والے نت نئے مسائل کے حل کیلئے فقہاء ومفتیانِ کرام کو فقہ اسلامی کے بارہ مآخذ میں سے استحسان سے استفادہ کرنے میں بھی کوئی حرج نہیں سمجھنا چاہیئے۔اور اسلامی شریعت کے قاعدہ یُسر وسماحت اور الضرورات تبیح المحظورات پر عمل کرتے ہوئے اسلامی قانون میں لچک،افادیت اور عصری تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے جدید مسائل کا حل فراہم کرنا چاہیئے۔
- کتبِ فقہ میں عبادات بدنی،عبادات مالی،معاملات اور مناکحات کے حوالے سے استحسان کے استعمال کی مثالیں بکثرت موجود ہیں جن پر امتِ محمدی صدیوں سے عمل پیرا ہے۔بنابریں دورِ حاضر میں بھی استحسان کا استعمال نہ صرف یہ کہ خلافِ شریعت نہیں ہوگا بلکہ امت کیلئے یُسر وسماحت کا ذریعہ ہوگا۔

حوالہ جات

1. سامنڈ،سر جان،ایڈیٹر:مولوی سید علی رضا(1925ء)،اصولِ قانون،حیدر آباد دکن،جامعہ عثمانیہ،ج:1،ص:190
2. امینی،مولانا محمد تقی،(1991ء)،فقہ اسلامی کی تاریخ اور اسلامی فقہ،کراچی،قدیمی کتب خانہ،ص:58
3. السرخسی،شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل،(1993ء)،اصول السرخسی،بیروت،دار الکتاب العلمیہ،ج:2،ص:200
4. قاسمی،مولانا وحید الزمان کیرانوی،(2001ء)،القاموس الوحید،لاہور،ادارہ اسلامیات،ص:339
5. المناوی،محمد عبد الرؤف،(1410ھ)،التوقیف علیٰ مھمات التعاریف،بیروت،دار لفکر،ص:55
6. إبراهيم مصطفى- أحمد الزيات - حامد عبد القادر - محمد النجار،(س،ن)،المعجم الوسیط،قاہرہ،دار الدعوۃ،ج:1،ص:174
7. ابن منظور،محمد بن مکرم الافریقی المصری،(س،ن)،لسان العرب،بیروت،دار صادر،ج:4،ص:165
8. السرخسی،شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سھل،(2000ء)،المبسوط،بیروت،دار الفکر،ج:10،ص:250
9. البقرۃ2:185
10. السرخسی،شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سھل،(2000ء)،المبسوط،بیروت،دار الفکر،ج:10،ص:250
11. البزدوی،علی بن محمد الحنفی،(س،ن)،کنز الوصول الی معرفۃ الاصول المعروف اصول البزدوی،کراچی،جاوید پریس،ص:276
12. محمصانی،ڈاکٹر صبحی،(1999ء)،فلسفہ شریعتِ اسلام،لاہور،سعادت آرٹ پریس،ص:168
13. لکھنوی،عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد سہالوی،(2002ء)،فواتح الرحموت مع شرح مسلم الثبوت،بیروت،دار الکتب العلمیہ،ج:2،ص:373
14. الزمر39:18
15. الأعراف7:145
16. الحج22:78
17. البقرۃ2:185
18. البقرۃ2:286
19. ابن حنبل،احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی،(1995ء)، مسند الامام احمد بن حنبل،قاہرہ،دار الحدیث،ج:3،ص:505
20. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرۃ الجعفی،(1422ھ)، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہ وایامہ،بیروت ، دار طوق النجاۃ،ج:5،ص:162
21. ابن حنبل،احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی،(2001ء)، مسند الامام احمد بن حنبل،بیروت،مؤسسۃ الرسالۃ،ج:42،ص:171
22. ابن حنبل،احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی،(2001ء)، مسند الامام احمد بن حنبل،بیروت،مؤسسۃ الرسالۃ،ج:25،ص:284،رقم الحدیث:15936

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR

23. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراھیم بن المغیرة،(1422ھ)،الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللهﷺ وسننہٖ وایامہٖ، بیروت، دار طوق النجاة، ج:1، ص:25

24. الدار قطنی، علی بن عمر ابوالحسن الدار قطنی البغدادی،(1966ء)، سنن الدار القطنی، بیروت، دار المعرفة، ج:1، ص:167

25. الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابوالقاسم،(1983ء)، المعجم الکبیر، موصل، مکتبة العلوم والحکم، ج:4، ص:87

26. ابنِ حِبّان، محمد بن حِبّان بن احمد ابو حاتم التمیمی البستی،(1993ء)، صحیح ابنِ حِبّان، بیروت، مؤسسة الرسالة، ج:8، ص:293

27. المظہری، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی،(1412ھ)، التفسیر المظہری، لاہور، مکتبہ رشیدیہ، ج:4، ص:236

28. ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبداللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الجماعیلی المقدسی،(1968ء)، المغنی، قاہرہ، مکتبة القاہرہ، ج:9، ص:136

29. الرازی، فخر الدین ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،(1997ء)، المحصول، بیروت، مؤسسة الرسالة، ج:5، ص:58

30. الشافعی، محمد بن ادریس،(س،ن)، الرسالة، بیروت، دار الکتب العلمیة، ج:1، ص:507

31. الغزالی، محمد بن محمد الغزالی ابو حامد،(1413ھ)، المستصفیٰ فی علم الأصول، بیروت، دار الکتب العلمیة، ج:1، ص:171

32. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،(1999ء)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت، دار الکتب العربی، ج:2، ص:182

33. ابنِ حزم، علی بن احمد بن حزم الاندلسي ابو محمد، (1404ھ)، الاحکام فی أصول الاحکام، قاہرہ، دار الحدیث، ج:6، ص:193

34. السبکی، تاج الدین عبدالوھاب بن تقی الدین، (1991ء)، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج:2، ص:194

35. الرازی، ابو عبداللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی الملقب بفخر الدین،(1997ء)، المحصول، بیروت، مؤسسة الرسالة، ج:6، ص:124

36. الزرکشی، ابو عبداللہ بدر الدین محمد بن عبداللہ بن بہادر،(1994ء)، البحر المحیط فی اصول الفقہ، قاہرہ، دار الکتبی، ج:8، ص:95

37. دہلوی، الامام احمد المعروف بشاہ ولی اللہ ابن عبدالرحیم،(س،ن)، حجة اللہ البالغة، قاہرہ، دار الکتب الحدیثہ، ص:252

38. البزدوی، علی بن محمد الحنفی فخر الاسلام،(س،ن)، کنز الوصول الی معرفة الأصول المعروف باصول البزدوی، کراچی، جاوید پریس، ص:276

39. القطان، مناع بن خلیل،(2001ء)، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، مکتبہ وھبہ، ص:332

40. ابن العربی، قاضی ابو بکر بن العربی المعافری،(1999ء)، المحصول فی اصول الفقہ، اردن، دار البیارق، ص:131

41. ابنِ حزم، علی بن احمد بن حزم الاندلسي ابو محمد، (1404ھ)، الاحکام فی أصول الاحکام، قاہرہ، دار الحدیث، ج:6، ص:192

42. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،(1999ء)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت، دار الکتب العربی، ج:2، ص:182

43. ابنِ قدامہ، عبداللہ بن احمد بن قدامہ المقدسی ابو محمد،(1399ھ)، روضة الناظر وجنة المناظر، ریاض، جامعة الامام محمد بن سعود، ص:167

44. آمدی، علی بن محمد الآمدی ابوالحسن،(1404ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دار الکتب العربی، ج:4، ص:162

45. خلاف، عبدالوہاب،(س،ن)، علم أصول الفقہ، قاہرہ، مکتبة الدعوة، ص:79

46. السمرقندی، علاء الدین شمس النظر ابو بکر محمد بن احمد،(1984ھ)، میزان الاصول فی نتائج العقول، قطر، مطابع الدوحة الحدیثة، ص:573

47. آمدی، علی بن محمد الآمدی ابوالحسن،(1404ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دار الکتب العربی، ج:4، ص:163

48. التوبة9:103

49. البخاری، محمد بن اسماعیل البخاری الجعفی،(1422ھ)، الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللهﷺ وسننہٖ و ایامہٖ - صحیح البخاری، بیروت، دار طوق النجاة، ج:3، ص:76

50. السرخسی، شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سھل،(1993ء)، أصول السرخسی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج:2، ص:203

51. المرغینانی، برہان الدین، علی بن ابی بکر فرغانی،(س،ن) الہدایة، بیروت، المکتبة الاسلامیہ، ج:1، ص:221

52. السرخسی، شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سھل،(1993ء)، أصول السرخسی، بیروت، دار الکتب العلمیہ، ج:2، ص:203

53. المرغینانی، برہان الدین، علی بن ابی بکر فرغانی،(س،ن) الہدایة، بیروت، المکتبة الاسلامیہ، ج:1، ص:123

مصادر و مراجع

ISSN E: 3006-1466
ISSN P: 3006-1458
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
CJSSR
CONTEMPORARY JOURNAL OF SOCIAL SCIENCE REVIEW
Vol.03 No.01 (2025)

1. سامنڈ، سرجان، ایڈیٹر: مولوی سید علی رضا(1925ء)،اصولِ قانون، حیدر آباد دکن، جامعہ عثمانی
2. امینی، مولانا محمد تقی،(1991ء)، فقہ اسلامی کی تاریخ اور اسلامی فقہ، کراچی، قدیمی کتب خانہ،
3. السرخسی، شمس الدین ابو بکر محمد بن ابی سہل،(1993ء)،اصول السرخسی، بیروت، دار الکتاب العلمیہ
4. قاسمی، مولانا وحید الزمان کیرانوی،(2001ء)،القاموس الوحید، لاہور، ادارہ اسلامیات
5. المناوی، محمد عبد الرؤف،(1410ھ)،التوقیف علیٰ مهمات التعاریف، بیروت، دار لفکر
6. ٳبراهيم مصطفى- أحمد الزيات - حامد عبد القادر - محمد النجار،(س،ن)،المعجم الوسیط، قاہرہ، دار الدعوۃ
7. ابن منظور، محمد بن مکرم الافریقی المصری،(س،ن)، لسان العرب، بیروت، دار صادر
8. البزدوی، علی بن محمد الحنفی،(س،ن)، کنز الوصول الی معرفۃ الاصول المعروف اصول البزدوی، کراچی، جاوید پریس
9. محمصانی، ڈاکٹر صبحی،(1999ء)، فلسفہ شریعتِ اسلام، لاہور، سعادت آرٹ پریس
10. لکھنوی، عبد العلی محمد بن نظام الدین محمد سہالوی،(2002ء)، فواتح الرحموت مع شرح مسلم الثبوت، بیروت، دار الکتب العلمیہ
11. ابن حنبل، احمد بن محمد بن حنبل بن ہلال بن اسد الشیبانی،(1995ء)، مسند الامام احمد بن حنبل، قاہرہ، دار الحدیث
12. البخاری، محمد بن اسماعیل بن ابراهیم بن المغیرۃ الجعفی،(1422ھ)،الجامع المسند الصحیح المختصر من امور رسول اللہ ﷺ وسننہٖ وایامہٖ، بیروت
13. الدار قطنی، علی بن عمر ابو الحسن الدار قطنی البغدادی،(1966ء)، سنن الدار القطنی، بیروت، دار المعرفۃ
14. الطبرانی، سلیمان بن احمد بن ایوب ابو القاسم،(1983ء)، المعجم الکبیر، موصل، مکتبۃ العلوم والحکم
15. ابنِ حِبّان، محمد بن حِبّان بن احمد ابو حاتم التمیمی البستی،(1993ء)، صحیح ابنِ حِبّان، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ
16. المظہری، قاضی محمد ثناء اللہ پانی پتی،(1412ھ)، التفسیر المظہری، لاہور، مکتبہ رشیدیہ
17. ابن قدامہ، ابو محمد موفق الدین عبد اللہ بن احمد بن محمد بن قدامہ الجماعیلی المقدسی،(1968ء)، المغنی، قاہرہ، مکتبۃ القاہرہ
18. الرازی، فخر الدین ابو عبد اللہ محمد بن عمر بن الحسن بن الحسین التیمی الرازی،(1997ء)، المحصول، بیروت، مؤسسۃ الرسالۃ
19. الشافعی، محمد بن ادریس،(س،ن)، الرسالۃ، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
20. الغزالی، محمد بن محمد الغزالی ابو حامد،(1413ھ)، المستصفیٰ فی علم الأصول، بیروت، دار الکتب العلمیۃ
21. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،(1999ء)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت، دار الکتب العربی
22. ابنِ حزم، علی بن احمد بن حزم الاندلسي ابو محمد، (1404ھ)، الاحکام فی أصول الاحکام، قاہرہ، دار الحدیث
23. السبکی، تاج الدین عبد الوهاب بن تقی الدین، (1991ء)، الاشباہ والنظائر، بیروت، دار الکتب العلمیہ
24. الزرکشی، ابو عبد اللہ بدر الدین محمد بن عبد اللہ بن بہادر،(1994ء)، البحر المحیط فی اصول الفقہ، قاہرہ، دار الکتبی
25. دہلوی، الامام احمد المعروف بشاہ ولی اللہ ابن عبد الرحیم،(س،ن)، حجۃ اللہ البالغۃ، قاہرہ
26. القطان، مناع بن خلیل،(2001ء)، تاریخ التشریع الاسلامی، قاہرہ، مکتبہ وھبہ
27. ابن العربی، قاضی ابو بکر بن العربی المعافری،(1999ء)، المحصول فی اصول الفقہ، اردن، دار البیارق
28. الشوکانی، محمد بن علی بن محمد،(1999ء)، ارشاد الفحول الی تحقیق الحق من علم الاصول، بیروت، دار الکتب العربی
29. آمدی، علی بن محمد الآمدی ابو الحسن،(1404ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دار الکتب العربی
30. خلاف، عبد الوہاب،(س،ن)، علم أصول الفقہ، قاہرہ، مکتبۃ الدعوۃ
31. آمدی، علی بن محمد الآمدی ابو الحسن،(1404ھ)، الاحکام فی اصول الاحکام، بیروت، دار الکتب العربی
32. المرغینانی، برہان الدین، علی بن ابی بکر فرغانی،(س،ن) الہدایۃ، بیروت، المکتبۃ الاسلامیہ